چاند بی بی سلطان: عہد ساز شخصیت

عظمیٰ پروین

محمد منیر

شعبہ اسلامی تاریخ، جامعہ کراچی

تلخیص

تاریخ اسلام میں ہر شعبہ ہائے زندگی یہاں تک کہ سیاسی حوالوں سے بھی ایوان حکومت، میدان جنگ اور حکومتی منصوبہ بندیوں میں خواتین کا کردار ناقابل فراموش رہا ہے۔ ایسی ہی نمائندہ خواتین میں ایک نمایاں شخصیت چاند بی بی سلطان کی تھی۔ ہماری تاریخ کا المیہ یہ ہے کہ خواتین حکمرانوں کے کارہائے نمایاں پر سیر حاصل گفتگو کرنے کے بجائے ان کا ضمنی و سرسری تذکرہ ہی کافی سمجھا گیا ہے جس سے نجانے کتنی اہم خواتین شخصیات تاریخ کے دھندلکوں میں غائب ہو گئیں۔ زیر نظر موضوع کا مقصد ایک ایسی خاتون حکمران، چاند بی بی سلطان کی شخصیت، ان کے کردار و کارناموں کو پردہ اخفاء سے باہر نکالنا ہے اور پراگندہ احوال کو مجتمع کرنا ہے اس موضوع پر جتنا بھی مواد دستیاب ہو سکا اس سے حتی المقدور استفادہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ بنیادی خاکہ محمد قاسم فرشتہ کی گلشن ابراہیمی (تاریخ فرشتہ) کی مدد سے ترتیب دیا گیا ہے۔ بعد کے مورخین نے اسی کتاب کی خوشہ چینی کی ہے۔ مزید معلومات کے حصول کی خاطر دیگر ثانوی ماخذات سے بھی بھرپور استفادہ کیا گیا ہے۔

کلیدی الفاظ: اسلامی حکمران، چاند بی بی سلطان، عہد ساز شخصیت، سیاستدان، اسلامی

Abstract

In the history of Islam, the role of women, from every facet of life, including political perspective, are unforgettable. They actively participate in high houses of Government, making policy, and even play an important role in battlefields. Chand Bibi was one of those wonderful women. The tragedy of our history also consists in the fact that we don't know much about achievements of women rulers instead cursory details are considered adequate, therefore so much important female figures are vanished in the smoke of history. The purpose of this article is to restate the life of a wonderful ruler Chand Bibi and to collect scattered information about her, subsequently bring to light her important role and outstanding achievements. We try to use all available material on the topic. Outline of this article is complied with the help of Muhammad Qasim Ferishta's History "Gulshan e Ibrahimi" (Tarikh-e-Ferishta), later historians also sought help from Tarikh-e-Ferishta, for more information we make good use of secondary sources too.

Key Words: Muslim Rulers, Chand Bibi Sultan, Legendry Person, Politician, Muslim

جنوبی ہند سے تعلق رکھنے والی پرعزم خاتون چاند بی بی کی زندگی کے نشیب و فراز پر روشنی ڈالنے سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان کے جغرافیائی تنوع اور سیاسی وقائع کو سامنے رکھتے ہوئے ایک مختصر جائزہ پیش کر دیا جائے۔ برعظیم اپنی ساخت، خدوخال، طبعی حالات اور جغرافیائی تنوع کی وجہ سے گونا گوں خصوصیات کا حامل ہے، یہی وجہ ہے کہ ان عناصر کی وجہ سے اس خطے میں موجود لوگوں کی، (بایں ہمہ یہ ایک ہی ملک کے باسی ہیں)، اپنی اپنی خصوصیات، طرز زندگی، معاشرت، رسم و رواج اور مذہبی عقائد و نظریات ہیں، اس طرح ملک کا ہر صوبہ امتیازی خصائص سے بہرہ مند ہے۔ ایسے متنوع خصوصیات کے حامل ملک کو اپنے حسن تدبیر اور بہترین سیاسی حکمت عملی سے زیر نگیں کرنے والا مغلوں کا عظیم حکمران جلال الدین محمد اکبر تھا۔ اس نے جہاں شرقاً غرباً سرحدوں کو وسعت و استحکام بخشا، وہیں شمالاً جنوباً بھی اپنی دوربین نگاہیں مرکوز رکھیں، تا کہ بوقت ضرورت وہاں کی سیاسی پراگندگی سے فائدہ اٹھایا جا سکے۔

دکن سے مسلمانوں کا پہلا سیاسی تعلق سلطان جلال الدین خلجی کے عہد میں ۱۲۹۴ء میں قائم ہوا، جب کڑہ کے گورنر اور سلطان وقت کے داماد علاؤ الدین خلجی نے خانگی مسائل سے فرار حاصل کرتے ہوئے، بغیر مرکز کو اطلاع دیئے دیوگری تک پیش قدمی کی۔ یہ فتح حدود سلطنت کی وسعت کے ساتھ ساتھ مالی منفعت کا بھی باعث بنی۔[۲] عہد تغلق میں سلطان محمد تغلق نے دیوگری کا نام تبدیل کر کے دولت آباد رکھ دیا۔ پہلا پایہ تخت دہلی اور دوسرا دولت آباد قرار پایا۔[۳] ۱۳۴۵ء میں امیران صدہ (دکنی امراء) نے سلطان محمد تغلق کے خلاف بغاوت کر دی۔[۴] مولوی ذکاء اللہ کے مطابق:

> ''مسلمانوں کی سلطنت کا مرکز و مرجع دہلی تھا جب اسمیں بغاوت کا مواد جوش میں آتا تو پنجاب و سرحد کی سپاہ اسکو ٹھنڈا کر دیتی مگر دکن میں اس مواد کا اثر اسطرح نہیں ہوسکتا تھا، اسلئے دکن دہلی سے آزاد ہو گیا۔''[۵]

اسماعیل مخ[۶] کو دکن کا پہلا آزاد حکمران منتخب کر لیا گیا، لیکن ۱۳۴۷ء میں حسن بہمنی نے یہاں قبضہ کر لیا۔[۷] بہمنی سلطنت ۱۳۴۷ء میں خودمختاری کے بعد ۱۵۱۸ء تک قائم رہی۔[۸] یہ دکن میں مسلمانوں کی پہلی آزاد شخصی حکومت تھی، جو بعد میں وسیع ہو کر بیجانگر سے کرشنا اور تم پدرا (تنگ بھدرا) کے دوآبہ، ورنگل، اڑیسہ کا کچھ حصہ، مشرق میں مسلی پٹم اور مغرب میں گوا تک پھیل گئی۔[۹] انکا پہلا مرکز احسن آباد گلبرگہ اور بعد ازاں دوسرا دارالحکومت محمد آباد بیدر رہا۔

بہمنی سلطنت کا زوال دکن میں پانچ آزاد مسلم حکومتوں کی صورت میں سامنے آیا۔ احمد نگر[۱۰]، بیجاپور[۱۱]، برار، بیدر اور گولکنڈہ، جہاں پر علی الترتیب نظام شاہی، عادل شاہی، عماد شاہی، برید شاہی اور قطب شاہی خاندان حکمران ہوئے۔ ان ریاستوں

کے جنوب میں ہندو مملکت قائم تھی۔[۱۲] یہ ریاستیں داخلی تنازعات کے باعث ایک دوسرے کے ساتھ برسر پیکار رہتی تھیں۔مولوی ذکاءاللہ کے مطابق:

''صوبہ دار دکن اپنے اپنے استحکام اور تقویت میں کوشش کرتے تھے، جو جہاں تھا وہاں اپنی گرد آوری میں سعی کرتا تھا، اور اپنے سوا دوسرے کو نہیں سمجھتا تھا اور دوسرے کے آگے سر نیچا نہیں کرتا تھا''[۱۳] جبکہ دائرہ معارف اسلامیہ کے مطابق ''یہ جھگڑے ''دکنی'' اور ''آفاقی'' کے مفاد پر ہوتے تھے''۔[۱۴] لیکن صحیح یہ ہے کہ ان جھگڑوں کی بنیادی وجہ ذاتی مفاد ہی تھا۔ان ریاستوں میں احمد نگر کی نظام شاہی اور بیجا پور کی عادل شاہی حکومتیں زیادہ زور آور تھیں۔

زیر بحث شخصیت چاند بی بی کا تعلق نظام شاہی خاندان سے تھا۔چاند بی بی سلطان ایک عہد ساز خاتون تھی، جس نے تن تنہا گونا گوں مسائل کا بہادری و استقامت سے مقابلہ کیا۔امراء کی سازشیں بھی اس کے ارادوں کو متزلزل نہیں کر سکیں۔

چاند بی بی سلطان حسین نظام شاہ اور ملکہ خونزہ ہمایوں کی بیٹی تھی۔[۱۵] ملکی مصلحت کو سامنے رکھتے ہوئے چاند بی بی کی شادی حاکم بیجاپور سلطان المظفر علی عادل شاہ سے ہوئی۔[۱۶] یہ شادی ایک جانب قلعہ شولاپور کا قضیہ ختم کرنے تو دوسری جانب جنوب میں طاقتور ہندو ریاست بیجانگر کے حکمران رام راج کے خلاف اتحاد کی تمہید تھی۔بقول فرشتہ

> ''ان شادیوں کا مقصد یہ تھا کہ دونوں حکمرانوں کے تعلقات بہتر ہو جائیں، اسکے بعد یہ تینوں حکمران آپس میں ملکر رام راج پر حملہ کر دیں اور اسے اسکی بد اعمالیوں کی سخت سزا دیں''۔[۱۷]

سید احمد اللہ قادری اس تعلق داری کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ

> "These matrimonial alliances were designed to establish mutual affinity between the parties and to avoid the possibility of future harmony."[18]

مذکورہ بالا تبصرہ سیاسی رشتہ داری کی ضرورت و اہمیت کا حاصل ہے۔اس تدبیر سے مسائل وقتی طور پر حل ہو گئے۔چاند بی بی کی تاریخ پیدائش کے حوالے سے تاریخی ماخذات خاموش ہیں، تاریخ شہابی کے مطابق قتل کے وقت اسکی عمر پچاس برس تھی۔جس سے اسکی تاریخ پیدائش ۹۵۷ھ/۱۵۵۰ء بنتی ہے۔''[۱۹] چاند بی بی کی شادی ۹۷۱ھ/ ۱۵۶۳ء۔۱۵۶۴ء میں ہوئی۔اس اعتبار سے اسکی عمر بوقت شادی ۱۴ سال ہوگی۔جبکہ فرشتہ چاند بی بی کے قتل کا سال ۱۰۰۹ھ/۱۶۰۰ء بتاتا ہے، اس اعتبار سے چاند بی بی کی عمر پچاس سال سے زائد بنتی ہے، کیونکہ فرشتہ سے بھی یہ بات ثابت ہے کہ چاند بی بی کی شادی ۹۷۱ھ میں ہی ہوئی تھی، اگر وہ اس وقت چودہ سال کی تھی تو قتل کے وقت اس کی عمر ۵۲ برس بنتی ہے۔[۲۰]

چاند بی بی کا کردار اپنے شوہر علی عادل شاہ کے عہد میں پس پردہ ہے۔ اس کی سیاسی زندگی کا آغاز علی عادل شاہ کے قتل کے بعد شروع ہوا اور وہ بیجاپور کی سیاست میں نمایاں ہوئی۔ بقول فرشتہ "علی عادل شاہ کا قتل ۲۳ صفر ۹۸۹ھ/۱۵۸۱ء کو ایک خواجہ سرا کے ہاتھوں ہوا۔"[۲۱] جبکہ احمد اللہ قادری، منشی محمد حسین اور منشی ذکاء اللہ کے مطابق علی عادل شاہ کا قتل ۹۸۸ھ/۱۵۸۰ء میں ہوا[۲۲]، چونکہ علی عادل شاہ کی کوئی اولاد نرینہ نہیں تھی۔ اس نے اپنا ولی عہد اپنے بھتیجے ابراہیم بن طہماسپ کو بنایا۔ ابراہیم ثانی کی عمر تخت نشینی کے وقت بقول فرشتہ صرف "دس برس"، جبکہ منشی ذکاء اللہ کے مطابق "نو سال کچھ مہینے" اور سید احمد اللہ قادری، منشی محمد حسین "نو سال" لکھتے ہیں۔[۲۳]

ابراہیم عادل شاہ کی تربیت و پرورش چاند بی بی کے سپرد کی گئی اور یہیں سے چاند بی بی کے خلاف سیاسی بساط پر چالوں کا آغاز ہوا۔ زمانہ کی قدیم روش نے یہاں بھی اپنا اثر دکھایا، امراء اور وزیر کامل خان دکنی نے سازشوں کا جال بچھانا شروع کر دیا، تذکرۃ الملوک کے مصنف نے اس پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے، جس کا حوالہ ہمیں سید احمد قادری کی کتاب میں ملتا ہے کہ

"When Kamiluddin Deccani was appointed viceroy, the king held his Darbar normally on Wednesday and Friday and received presents from the nobles of the kingdom on those days. On other day orders were issued by the viceroy who had given high posts to his own men, which included even the post of the commanders of the fort of the Bijapur. Having thus secured a control over the kingdom. He tried to place the royal treasury at his own disposal. An order was passed that the salaries of the palace will be disbursed only through him".[24]

محمد قاسم فرشتہ، کامل خان کا رویہ اپنی امارت کے ابتدائی دو ماہ میں ٹھیک بتلاتا ہے لیکن اس کے بعد وہ نشہ اقتدار میں ڈوب گیا۔[۲۵] ہینری کوسنز کے مطابق

"Kamil khan committed the fatal error of aspiring to powers that were vested in the king alone. He began to use the treasury as he though fit, and heis charged with having transferred much of its contents to his own coffers. He became daily more arrogant harsh, and over bearing, and was even most uncivil to the Queen–mother, Chand BiBi".[26]

کامل خان کی بڑھتی ہوئی طاقت کو دیکھتے ہوئے چاند بی بی نے ایک دوسرے امیر کشور خان کے ذریعے اسے قتل کروا دیا، کشور خان نیا امیر بنایا گیا۔ اس نے چاند بی بی کے مرضی و منشا کے مطابق کام کرنا شروع کیا اور اپنے پیشہ ورانہ صلاحیتوں کا بھرپور ثبوت دیا لیکن امراء اس کے مخالف تھے، وہ مصطفیٰ خان کو اپنا نیا امیر بنانا چاہتے تھے۔ کشور خان کو جب یہ معلوم ہوا تو اس

نے مصطفیٰ خان کو قتل کروادیا، یہی بات اس کے زوال کا موجب بنی۔

مصطفیٰ خان سید زادہ تھا، چاند بی بی سید زادوں کا بہت احترام کرتی تھی۔ کشور خان کے اس اقدام سے وہ اس سے ناراض ہوگئی۔ کشور خان نے اپنے اقتدار کو بچانے کے لئے چاند بی بی پر اپنے بھائی مرتضیٰ خان کی عادل شاہی سرحدوں پر قبضہ کرنے کی حوصلہ افزائی نیز سلطنت کے اہم رازوں کا اس تک پہنچانے کا الزام لگایا۔ کشور خان نے عارضی طور پر چاند بی بی کو قلعہ ستارا میں قید کرنے کی ابراہیم عادل شاہ سے سفارش کی۔ ابراہیم عادل شاہ کشور خان کے ہاتھوں بے بس تھا، سلطنت کے معاملات میں اس کی رائے کی کوئی خاص وقعت نہیں تھی۔ چنانچہ چاند بی بی کو زبردستی قلعہ ستارا میں قید کر دیا گیا۔[۲۷] کشور خان نے چاند بی بی کی نظر بندی کو اپنی کامیابی گردانا، غرور و تعصب کے نشے میں اس نے حبشی امراء کے خلاف بھی کاروائی کرنا چاہی، لیکن کامیاب نہ ہوسکا۔ بلکہ انھی کے خوف سے دربدر رہوا، بالآخر قتل کر دیا گیا۔[۲۸]

کشور خان کے قتل کے بعد چاند بی بی کی نظر بندی ختم ہوگئی۔ اخلاص خان حبشی نیا وزیر السلطنت بنا، اس نے چاند بی بی کے مرتبے کو بحال کیا۔ چاند بی بی کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ اس نے ابراہیم عادل شاہ کی خوردسالی کے زمانے میں نہ صرف امراء کے اثر واقتدار کو بڑھنے نہیں دیا بلکہ ان کے تعاون سے ریاست کا نظم ونسق بھی چلایا۔ اخلاص خان حبشی کے عہد میں طوائف الملوکی کا آغاز ہوگیا۔ ان حالات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے احمد نگر اور قطب شاہیوں کی متحدہ فوجوں نے بیجاپور پر حملہ کر دیا۔ یہ نازک دور تھا، ممکن تھا کہ دکن کی یہ متحدہ افواج کامیاب ہو جاتیں لیکن اس موقع پر چاند بی بی نے تدبر سے کام لیا۔ اس نے حبشیوں سے متعلق ناپسندیدگی کو مدنظر رکھتے ہوئے اخلاص خان کی جگہ ابوالحسن ولد شاہ طاہر کو میر جملہ مقرر کیا۔[۲۹] فرشتہ کے مطابق یہ فیصلہ حبشیوں کی خواہش پر ہوا جبکہ سید احمد قادری کے مطابق یہ چاند بی بی کی اپنی رائے تھی، جس کو عملی جامہ پہنایا گیا۔[۳۰] فرشتہ، چاند بی بی کا یہ انتخاب بیجاپور کی بقا کا ضامن بتاتا ہے۔[۳۱] دائرہ معارف اسلامیہ کا مصنف اس حملہ میں چاند بی بی کی شجاعت کا تذکرہ کرتا ہے کہ اس نے تمام مورچوں کی نگرانی بذات خود کی، ایک موقع پر جب شدید بارش سے دیوار گر گئی تو چاند بی بی نے اپنی نگرانی میں دیوار کی تعمیر کروائی۔[۳۲] فرشتہ اس دیوار کے گرنے کا تذکرہ تو کرتا ہے لیکن چاند بی بی کے عملی اقدام پر روشنی نہیں ڈالتا۔[۳۳]

چاند بی بی اپنی شادی کے بعد سے میکے نہیں جاسکی تھی، احمد نگر وہ خدیجہ سلطان (ہمشیرہ ابراہیم عادل شاہ) کے ساتھ جاسکی، جسکی شادی چاند بی بی کے بھتیجے میراں شاہ حسین کے ساتھ ہوئی تھی۔[۳۴] چاند بی بی کے یہاں آنے کے بعد مرتضیٰ خان کے وکیل السلطنت صلابت خان نے بیجاپور میں اپنے ہم منصب دلاور خان کو یہ پیغام بھیجا کہ قلعہ شولاپور جو چاند بی بی کے جہیز میں دیا گیا تھا، واپس کر دیا جائے۔ مرتضیٰ نظام شاہ اس واقعہ سے لاعلم تھا، پتہ چلنے پر اس نے صلابت خان کو معزول کر دیا اور اس کی جگہ

قاسم خان کو نیا وکیل السلطنت بنا دیا۔[۳۵]

چاند بی بی بیجاپور کب واپس گئی، اس حوالے سے تاریخ خاموش ہے۔ دوسری مرتبہ وہ ۹۹۲ھ/۱۵۸۴ء میں احمد نگر گئی، اس نے وہاں حالات کو دگرگوں پایا۔ اندرونی اختلافات نے امراء کو مضبوط کر دیا تھا۔ مرتضیٰ نظام شاہ کا ذہنی توازن ٹھیک نہیں تھا، وہ اپنے بیٹے میراں شاہ حسین سے اسقدر خائف تھا کہ اس کے قتل کے درپے تھا۔ بعد میں امراء کے سازباز سے میراں شاہ حسین تخت وسلطنت حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ اس نے اپنے باپ کو گرم حمام میں بند کر کے مار ڈالا۔ میراں شاہ حسین کے اس اقدام سے ابراہیم عادل شاہ اس کا مخالف ہوگیا۔ شومئی قسمت کہ میراں شاہ حسین دو ماہ تین دن ہی حکومت کر پایا اور قتل کر دیا گیا۔ اس کے بعد احمد نگر میں حکومتیں تیزی کے ساتھ بدلیں، جیسے اسماعیل نظام شاہ نے دو برس، برہان نظام شاہ نے چار برس کچھ ماہ اور ابراہیم نظام شاہ نے دو دن کم چار ماہ حکومت کی۔[۳۶]

مرتضیٰ نظام شاہ کے بعد نظام شاہیہ سلطنت اپنا وقار کھو بیٹھی، حکمران وقت کی کم عمری، بے اعتدالی اور عاقبت نا اندیشی ان کے زوال کا جہاں سبب بنی تو وہیں امراء کے اندر اقتدار کی ہوس، قتل و غارت گری، امن عامہ اور سلطنت نظام شاہیہ کے عدم استحکام کا باعث بنی۔ آج کے سیاسی منظر نامے کے مطابق، اسوقت کے امیر جو فوج کے سپہ سالار بھی ہوتے تھے انھیں مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر بھی کہا جا سکتا ہے۔ یہ وہ عہد تھا کہ امراء حکمرانوں کے عزل و نصب میں با اختیار ہو چکے تھے۔ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی کے مطابق ”ہندوستان میں امراء کو شاہی اختیارات پر جس قدر قابو تھا، یورپ میں کسی جاگیردار رئیس نے اس سے زیادہ قابو کبھی حاصل نہیں کیا۔“[۳۷] سلطنت میں دکنی، حبشی اور غریبوں کے درمیان معرکہ آرائیاں جاری تھیں۔ اس عہد کا سب سے افسوس ناک پہلو یہ تھا کہ آپس کے ان اختلافات نے مغلوں کی یہاں مہم جوئی کی حوصلہ افزائی کی۔ مغل ایک عرصے سے اس علاقے پر تصرف کے خواہاں تھے، لیکن مضبوط حکومت انکے ارادوں کی راہ میں رکاوٹ تھی۔ مغلوں کو پہلی کامیابی برہان نظام شاہ کی صورت میں حاصل ہوئی۔[۳۸] جب وہ مغل شہنشاہ جلال الدین محمد اکبر کی شہ پر یہاں حکومت حاصل کرنے میں کامیاب ہوا، یہ بالواسطہ مغلوں کا احمد نگر سے پہلا تعلق تھا، جو امراء کی عاقبت نا اندیشی سے وہاں ایسا مضبوط ہوا کہ اس کے بعد بھی ایک صدی تک یہاں مغلوں کا پایہ غالب رہا۔[۳۹]

ابراہیم نظام شاہ کے بعد طوائف الملوکی کا دور شروع ہوگیا، امراء مختلف گروہوں میں بٹ گئے۔ یہی وہ دور ہے جب احمد نگر کی سیاست میں چاند بی بی کا مثالی کردار ابھرتا ہے۔ چاند بی بی کا کردار دکن کی تاریخ میں کئی حوالوں سے اہم ہے۔ وہ ایک ایسی ہستی تھی کہ جس نے کڑے وقتوں میں نہ صرف اپنے سسرال بلکہ میکے کا بھرپور دفاع کیا، اپنے سسرال میں تو سرخرو رہی لیکن

میکے میں اپنے خون سے نئی تاریخ رقم کی۔ خافی خان چاند بی بی کی عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ "وہ سیاست وتدبر، سخاوت وشجاعت اور عصمت و پاک بازی میں نادرہ، روزگار خاتون تھی"[۴۰] نا مساعد حالات میں ایک عورت کا تن تنہا حکومتی امور کو سلجھانا، وہ بھی ایک ایسے معاشرے میں جہاں عورت چاردیواری کی ملکہ تو سمجھی جا سکتی ہے لیکن اسے تخت پر بٹھا کر اس کے فرامین کو قبول نہیں کیا جا سکتا، ان معاشرتی تضادات کے باوجود اس آہن صفت خاتون کے حوصلے بلند نظر آتے ہیں۔

ابراہیم نظام شاہ کے بعد امراء اور چاند بی بی میں اختلاف تخت و تاج کے وارث کے حوالے سے ہوا۔ اس وقت یہاں دو بڑے امیروں میں دشمنی ہوئی تھی، ایک اخلاص خان حبشی اور دوسرا میاں منجو۔[۴۱] میاں منجو نے احمد کو، جسکی عمر بارہ سال تھی اور جو مجہول النسب تھا[۴۲]، دولت آباد سے بلا کر تخت نشین کر دیا۔ جبکہ چاند بی بی بہادر شاہ بن ابراہیم شاہ کو اپنی زیرِ نگرانی حکمران بنانا چاہتی تھی، اس کی عمر صرف ایک سال سات ماہ تھی۔ یہ چاند بی بی کے ہی زیرِ سایہ پرورش پا رہا تھا۔ تخت و تاج کا یہی اصل وارث تھا۔

میاں منجو نے جب میدان اپنے ہاتھ سے نکلتے ہوئے محسوس کیا تو شہزادہ مراد (جو دکن کا گورنر تھا)، سے امداد طلب کی۔ شہزادہ مراد جسکو اکبر نے دکن کی مہم پہلے ہی سپرد کی ہوئی تھی، اس کی مراد بر آئی۔ لیکن اسی اثناء میں تائیدِ غیبی کہ حبشی باہم نفاق کی وجہ سے آپس ہی میں دست و گریباں ہو گئے، جسکا فائدہ میاں منجو کو پہنچا اور وہ ان پر غالب آیا۔ میاں منجو اپنے کئے پر پشیمان ہوا، لیکن تیر کمان سے نکل چکا تھا۔ شہزادہ مراد بمعہ مرزا عبد الرحیم خان خاناں اور راجہ علی خان حاکم خاندیش کو ساتھ ملا کر تیس ہزار مغل و راجپوت و افغان فوج کے ہمراہ احمد نگر ۱۰۰۴ھ/۱۵۹۵ء میں آ پہنچا۔[۴۳]

اب میاں منجو کو ہوش آیا اور وہ انھیں دفع کرنے کی تدبیر کرنے لگا۔ خافی خان اس حوالے سے لکھتا ہے کہ:

> "میاں منجو کے بلانے پر جب مغل لشکر پہنچ گیا، تو اب وہ پچھتانے لگا مگر چاند بی بی کے ہمت دلانے پر جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں۔ قلعہ میں ذخیرہ بندی کی جانے لگی اور اطراف و اکناف کے زمینداروں کو اپنا موافق بنایا جانے لگا۔ ان لوگوں کی قرارداد کے مطابق چاند بی بی احمد نگر میں ٹھہر کر احمد نگر اور دولت آباد کے قلعوں کی حفاظت کرتی رہی"۔[۴۴]

خافی خان کا بیان خلافِ واقعہ ہے کیونکہ ایک تو چاند بی بی اور میاں منجو کے درمیان تعلقات کشیدہ تھے۔ میاں منجو نے اس واقعہ سے پیشتر چاند بی بی کو بہادر شاہ کے ساتھ جنیر میں قلعہ جوند میں محبوس کیا ہوا تھا، اس ضمن میں فرشتہ اور مولوی ذکاء اللہ کا بیان حقیقت سے قریب تر ہے۔ فرشتہ کے مطابق

> "میاں منجو شہزادہ کی آمد سے گھبرایا اور قلعے کی حفاظت کا انتظام اپنے ایک خیر خواہ انصار خان کے سپرد کر دیا۔ چاند بی بی نے میاں منجو کا ساتھ نہیں دیا، وہ اسے قلعے میں چھوڑ کر خود لشکر کی فراہمی اور

عادل شاہ اور قطب شاہ سے مدد کا طالب ہوا۔''[۴۵]

مولوی ذکاء اللہ کے بیان سے فرشتہ کی تائید ہوتی ہے۔ ان کے مطابق:

''میاں منجو نے چاند بی بی کو انصار خان کو کہ کے حوالے کیا کیونکہ وہ اس کے ساتھ رفاقت پر مائل نہیں تھی۔''[۴۶]

میاں منجو کے جانے کے بعد چاند بی بی نے سب سے پہلے انصار خان (جو میاں منجو کا وفادار تھا) کا خاتمہ کروادیا۔ اس کے بعد مغلوں کے خلاف کمربستہ ہوگئی۔ چاند بی بی کی حوصلہ افزائی پر اہل قلعہ نے دشمنوں پر گولہ باری کی، جس سے وہ متفرق ہو گئے۔[۴۷] اس موقع پر شہزادہ مراد نے اہل شہر کو اپنا ہمنوا بنانے کے لئے نوازشات کا سلسلہ شروع کردیا، انکو جان و مال کے تحفظ کا یقین دلایا، لیکن اس کی فوج کے ایک امیر شہباز خان نے شہزادہ مراد کی کوششوں پر پانی پھیر دیا۔ اہل شہر بدظن ہو کر دوسرے علاقوں کی جانب کوچ کر گئے۔[۴۸]

یہ وہ زمانہ تھا کہ ایک جانب مغل شہزادہ ایک کثیر سپاہ کے ساتھ احمد نگر کا محاصرہ کئے ہوئے تھا تو دوسری طرف اندورنی خلفشار موجود تھا۔ جس کی شدت کا اندازہ امراء کے تین گروہوں میں منقسم ہونے سے لگایا جا سکتا ہے۔ مزید ستم یہ کہ ہر گروہ دوسرے گروہ سے لاتعلق تھا۔ ایک گروہ میاں منجو کا حمایتی اور احمد شاہ کو اپنا حکمران بنائے ہوئے عادل شاہی سرحد کے قریب قیام پذیر تھا۔ دوسرا گروہ اخلاص خان کے ہمدردوں کا تھا، جنھوں نے موتی نام کے ایک لڑکے کو اپنا بادشاہ بنایا ہوا تھا۔ تیسرا گروہ آہنگ خان حبشی کی ماتحتی میں ستر سالہ شہزادے شاہ علی بن برہان شاہ اول کو اپنا حکمران تسلیم کرتا تھا۔[۴۹] ان امراء کو ان مجہول النسب لڑکوں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی، درحقیقت یہ اپنے اقتدار کے خواہاں تھے۔ فرشتہ کے بقول:

''مغلوں کی آمد کے بعد امرائے احمد نگر کی مختلف جماعتوں میں سے ہر ایک کی یہی خواہش تھی کہ اس وقت محاصرے سے علیحدگی اختیار کرے، اپنے حریف کو تباہ و برباد کر کے کسی ایک شخص کو سارے ملک کا بادشاہ بنائے اور پھر مغلوں کے ساتھ معرکہ آرائی کرے۔ لیکن یہ طریقہ کار بہت نقصان دہ تھا، دوسرے یہ اندیشہ تھا کہ جو جماعت مغلوب ہوگی وہ مغلوں سے مل جائے اور اس طرح ملک پر مغلوں کا قبضہ ہو جائے گا۔''[۵۰]

چاند بی بی نے ان دگرگوں حالات میں بھی عزم و استقلال کا مظاہرہ کیا۔ خافی خان کے مطابق:

''چاند بی بی نے بڑی ہمت سے کام لیا، اور غنیم کا جم کر مقابلہ کیا۔ چنانچہ جہاں کہیں بھی بادشاہی فوج زر

کثیر صرف کر کے مورچے باندھتی، نقب لگاتی اور دمدمے اڑاتی، چاند بی بی محاذ پر پہنچ جاتی اور مدافعانہ تدبیریں کرتی۔ پے بہ پے توپوں سے گولہ اندازی کرتی اور راتوں میں شب خون مارنے کا انتظام کراتی اور غنیم کے لگائے ہوئے دمدموں اور نقب کو ناکارہ کرنے کی جدوجہد کرتی رہتی۔"[۵۱]

چاند بی بی نے اہل قلعہ کے تعاون سے مدافعت جاری رکھی، اس نے عادل شاہیوں اور قطب شاہیوں سے بھی مشترک دشمن کے خلاف امداد طلب کی۔ اس کے ساتھ ہی آہنگ خان کو قلعہ کی حفاظت کا پیغام بھیجا۔

شہزادہ مراد کو جب دکنی فوجوں کے اجتماع کا پتہ چلا، اس نے اپنے امیر صادق خان کے مشورے سے، دکنی فوجوں کی آمد سے پہلے قلعے کی دیواروں میں نقبیں کھودیں اور وہاں بارود بھر دیا۔[۵۲] طے یہ کیا گیا کہ جمعہ کی نماز کے بعد ان میں آگ لگائی جائے گی، لیکن شہزادہ مراد ہی کے لشکر میں سے خواجہ محمد خان شیرازی نے مخبری کر دی۔ چاند بی بی نے دو نقبوں کا پتہ لگا کر انہیں خالی کروا دیا، تیسری خالی کی جا رہی تھی کہ شہزادہ مراد نے اسے آگ لگانے کا حکم دے دیا۔ جس کے نتیجے میں پچاس گز دیوار گر گئی۔ بڑی تعداد میں لوگ مارے گئے۔ محمد قاسم فرشتہ، اس موقع پر احمد نگر کے امراء کی بدحواسی کا پتہ دیتا ہے، لیکن یہ صرف چاند بی بی کی شخصیت تھی کہ جس نے ثابت قدمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے پردے سے باہر آ کر نہ صرف شگاف پر کروایا بلکہ بنفس نفیس اہل قلعہ کے ساتھ موجود رہی۔ ان کی ہمت باندھتی رہی۔ مغلوں کی ایک بڑی تعداد اس حملے میں قتل ہوئی، مگر کامیابی کی کوئی صورت دکھائی نہیں دی۔ چاند بی بی کی اس شجاعت اور بلند ہمتی پر شہزادہ مراد نے اسے "سلطان" کا مردانہ خطاب دیا۔ دکن میں کسی بھی حکمران کے لیے یہ پہلا شاہی خطاب تھا۔[۵۳]

رسد کی کمی اور بیجاپور سے سہیل خان کی آمد کی اطلاع پر مغل فوج نے چاند بی بی سے صلح کی درخواست کی۔ اس عہد نامے کے مطابق برار کا علاقہ مغلوں کو دے دیا گیا اور باقی تمام ملک پر نظام شاہیوں کی مکمل آزادی اور خودمختاری تسلیم کر لی گئی۔

چاند بی بی نے مغل فوج کی واپسی کے بعد بہادر شاہ کو تخت نشین کیا، ساتھ ہی اپنے دایہ زاد محمد خان کو وزیر مقرر کیا۔ ایک پر آشوب دور سے نکلنے کے باوجود حالات کشیدہ رہے۔ مغل حکمران اکبر کو جب آہنگ خان اور چاند بی بی کے شدید اختلاف کا پتہ چلا، اس نے اس سے فائدہ اٹھایا۔ شہزادہ دانیال اور خان خاناں کو احمد نگر پر قبضہ کے لئے روانہ کیا۔ چاند بی بی ایک مرتبہ پھر بیجاپور اور گولکنڈہ کے حکمرانوں سے مدد کی طالب ہوئی، لیکن اس مرتبہ ان حکمرانوں نے سرد رویہ اختیار کیا۔[۵۴] چاند بی بی نے حالات کو موافق نہ پاتے ہوئے[۵۵] یہ فیصلہ کیا کہ قلعہ شہزادہ دانیال کے حوالے کر دیا جائے، خود جنیر میں رہ کر آئندہ کا لائحہ عمل بنایا

جائے۔ چاند بی بی سلطان نے حبشہ خان کے سامنے اپنی رائے کا اظہار کیا۔ حبشہ خان نے اہل قلعہ کو جمع کر کے شور مچادیا اور چاند بی بی سلطان کو غدار قرار دے دیا۔ جسکے بعد انھوں نے اشتعال میں آ کر بغیر کسی تحقیق کے حرم میں گھس کر اسے قتل کر دیا یہی بات فرشتہ کے بقول اس کے قتل کا باعث بن گئی۔ [۵۶] چاند بی بی کے قتل کے حوالے سے مزید روایات بھی ملتی ہیں۔ خافی خان کے بقول:

''چاند بی بی نے جب دیکھا کہ معاملہ ہاتھ سے نکل گیا ہے تو اس نے خود کو پوشیدہ طور پر ہلاک کر دیا، اس کے انجام کی کسی کو خبر نہیں ہوسکی۔''[۵۷]

تاریخ شہابی، چاند بی بی کی موت کے حوالے سے لکھتا ہے کہ:

''اس نے مغلوں کی قلعہ میں آمد کا سن کر اپنے آپ کو تیزاب سے بھرے کنوئیں میں گرا دیا اور اپنی جان لے لی۔''[۵۸]

تاریخ احمد نگر کا مصنف فرشتہ کی روایت کو صرف اس حد تک صحیح مانتا ہے کہ:

''حبشہ خان حبشی کے ہاتھوں جو عورت قتل ہوئی، اسکا نام چاند بی بی تھا، لیکن وہ احمد نگر کی ملکہ نہیں تھی، بلکہ اس کی ہم نام ساتھی تھی، اصل چاند بی بی نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ 'مچھلی باؤلہ' میں گر کر جان دی تھی۔''[۵۹]

چاند بی بی کے قتل کے بعد احمد نگر پر پہلی محرم ۱۰۰۹ھ میں مغلوں کا قبضہ ہو گیا۔ شہزادہ دانیال نے چار دن چار ماہ کے دوران یہ قلعہ فتح کیا۔

چاند بی بی سلطان ایک ایسی آہن صفات خاتون تھی کہ جسکی تعریف نہ صرف ہم عصر مورخین نے کی بلکہ انگریز مورخین بھی اس کی خوبیوں اور بہترین سیاست پر رطب اللسان ہیں۔ میڈوز ٹیلر نے اپنے تاریخی افسانے "The Nobel Queen" میں اسکی تعریف کرتے ہوئے اسے انگلستان کی ملکہ الزبتھ جیسا قرار دیا ہے۔ چاند بی بی کی سیاست کا سب سے اہم پہلو امراء کی طاقت کو امراء کے ذریعے ہی دبانا تھا۔ جس میں وہ عموماً کامیاب بھی رہی۔ احمد نگر کی سیاست میں امراء کی ذاتی خودغرضی، ملکی سیاست واستحکام پر زیادہ حاوی نظر آتی ہے، لیکن واحد چاند بی بی کی شخصیت ایسی تھی کی جس میں توازن تھا، چاہے وہ بیجاپور کی سیاست ہو یا احمد نگر کی۔ یہی توازن اسکی کامیابی کا باعث بنا اور ہندوستان کی سیاست میں اسے ایک گوہر بے داغ و بے بہا کی طرح ممتاز کرتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ دیوگیری جنوبی ہند میں واقع ہے۔علاؤ الدین خلجی نے یہاں دو مرتبہ حملہ کیا، پہلا حملہ جلال الدین خلجی کے عہد میں جب وہ کڑہ کا حاکم تھا، دوسرا ۱۲۹۸ء میں جب دہلی کی زمام حکومت خود اسکے ہاتھ میں تھی، یہ ان علاقوں پر اپنے قبضے کو استحکام دینے کے لئے تھا۔سلطان محمد تغلق نے اپنے عہد میں دیوگری کا نام تبدیل کر کے دولت آباد رکھ دیا تھا اور اسے اپنے دوسرے پایہ تخت کی حیثیت بھی دے دی تھی۔

۲۔ یحییٰ بن احمد سرہندی، مترجم ڈاکٹر آفتاب اصغر، ''تاریخ مبارک شاہی''، طبع دوم، لاہور: اردو سائنس بورڈ، ۱۹۸۶ء، ص۔۱۴۱

۳۔ جامع تاریخ ہند کے مصنفین کے مطابق '' دولت آباد تغلق عہد میں دوسرا انتظامی شہر بنایا گیا تھا'' انھوں نے دلیل میں القلقشندی کی روایت پیش کی ہے کہ جو لکھتا ہے کہ 'مملکت دہلی کے دو دار السلطنت تھے۔دہلی اور دیوگری قبتہ الاسلام۔'' ایک اور اہم بات جو سامنے آتی ہے کہ سلطان مبارک شاہ خلجی نے اسے قطب آباد کا نام دیا اور وہاں ایک دار الضرب قائم کیا۔۷۲۸ھ میں اس جگہ کو دولت آباد نام دیا گیا، لہذا یہ دیوگری نہ تھا جسے دولت آباد کا نام دیا گیا بلکہ یہ قطب آباد تھا جسے ایک نیا نام دیا گیا۔محمد حبیب، خلیق احمد نظامی، ''جامع تاریخ ہند''، لاہور، مشتاق بک کارنر، ۲۰۰۷ء، ص۔۶۸۳

۴۔ یحییٰ بن احمد سرہندی، ص۔۱۹۶۔۱۹۷

۵۔ محمد ذکاء اللہ، مولوی، ''تاریخ ہندوستان''، جلد چہارم، لاہور: مشتاق بک کارنر، بن ندارد، ص۔۴۶۹

۶۔ اسماعیل مخ یا اسماعیل فتح خان امیران صدہ میں سے تھا۔یہ محمد تغلق کے عہد میں دو ہزاری کے منصب پر فائز تھا۔اس کا بھائی ملک گل تغلقی امراء میں ممتاز تھا۔جن دکنی امراء نے تغلق کے خلاف بغاوت کی ان میں یہ عقلمند، جری اور بہادر تھا، اس کی دوسری خوبی یہ تھی کہ اس کے بھائی ملک گل کی پوزیشن تغلقی دربار میں بہت مستحکم تھی، تا کہ بوقت ضرورت اس کا بھائی کمک پہنچا سکے۔اسی بناء پر انھوں نے اسے اپنا سردار بنا کر نصیر الدین کا لقب دے کر بادشاہ بنالیا۔اس نے شاہی فوج کے خلاف بڑی بہادری دکھائی اور فتح مند ہوا لیکن کچھ عرصے بعد یہ حسن کانگو کے حق میں دستبردار ہو گیا۔اس کے معزول ہونے کی سب سے بڑی وجہ حسن کانگو کی بڑھتی ہوئی طاقت اور عوام میں مقبولیت تھی۔فرشتہ، جلد اول، ص۔

۳۱۴۔۳۱۶ ؛ جلد دوم، ص۔۵۴۱، ۵۴۳۔

۷۔ دکن کی بہمنی سلطنت کا بانی ابوالمظفر علاؤالدین حسن گنگو بہمن تھا۔ اسکے نام کے ساتھ جو گنگو بہمن کا اضافہ تھا فرشتہ اس حوالے سے لکھتا ہے کہ ''یہ اپنی ملازمت کے ابتدائی دور میں کسی گنگو برہمن کا ملازم تھا۔ اس برہمن کو اس کے زائچے سے یہ پتہ چلا کہ مستقبل قریب میں اسے عزت و مرتبہ حاصل ہوگا، جس پر برہمن نے حسن سے وعدہ لیا کہ مرتبہ ملنے کے بعد تم میرے نام کو اپنے نام کا جزو بناؤ گے، تاکہ تمھاری وجہ سے میرا نام بھی ہمیشہ زندہ رہے۔ محمد قاسم فرشتہ، ''تاریخ فرشتہ''، جلد دوم، لاہور: المیزان پبلشرز، ۲۰۰۴ء، ص۔۵۳۹

۸۔ ایضاً، ص۔۴۶۸

۹۔ دائرہ معارف اسلامیہ، مقالہ ''دکن''، طبع اول، لاہور: دانش گاہ پنجاب، ۱۹۷۱ء، ص۔۳۸۰

۱۰۔ مہاراشٹر کا ایک اہم شہر، جو بمبئی سے ۱۲۵ میل مشرق میں واقع ہے۔ (عباسی، بشریٰ افضال، ''جغرافیائی معلومات، انسائیکلوپیڈیا''، لاہور: اردو سائنس بورڈ، ۲۰۰۲ء، ص۔۵۱)

۱۱۔ کرناٹک کا ایک شہر۔ ایضاً، ص۔ ۲۶۱۔

۱۲۔ برکے، ایس ایم، مترجم مسعود مفتی، ''اکبرنامہ''، لاہور: علم و عرفان پبلشرز، ۲۰۰۶ء، ص۔۱۲۰

۱۳۔ محمد ذکاء اللہ، مولوی، ص۔۳۲۵

۱۴۔ دائرہ معارف اسلامیہ، مقالہ ''چاند بی بی''، طبع اول، لاہور: دانش گاہ پنجاب، ۱۹۷۱ء، ص۔۶۱۳

۱۵۔ حسین نظام شاہ بن برہان نظام شاہ، نظام شاہیہ سلطنت کا تیسرا حکمران تھا۔ اس نے احمد نگر پر ۹۶۱ھ سے ۹۷۲ھ تک تقریباً گیارہ سال حکومت کی۔ ۴۲ برس کی عمر میں وفات پائی۔ فرشتہ، جلد سوم، ص۔۲۲۱

۱۶۔ عادل شاہ کی بہن ہدیہ سلطان کا عقد حسین نظام شاہ کے بڑے بیٹے مرتضیٰ نظام شاہ کے ساتھ ہوا۔ اس اتحاد میں عادل شاہی، نظام شاہی، اور ریاست تلنگانہ کے حکمران شامل تھے۔ (ایضاً، ص۔۱۰۴)

۱۷۔ ایضاً

18. Sayyid Ahmed Ullah Qadri, "Memiors of Chand BiBi", Hyderbad Deccan, The Osmania University Press, 1939, p. 59

19. Ibid, p. 55

۲۰۔ فرشتہ، جلد سوم، ص۔۲۹۱۔۲۹۲

۲۱۔ ایضاً، ص۔۱۱۹

۲۲۔ نادری، بحولہ بالا، ص۔۶۲

۲۳۔ فرشتہ، جلد سوم، ص۔۱۲۰؛ نادری، ص۔۶۲؛ ذکاء اللہ، غشی، ص۔۳۵۵؛ محمد حسین، غشی، ''احکام التاریخ المعروف محبوب حسین''، دکن، مطبع روکش، ص۔۳۷۰

۲۴۔ نادری، بحولہ بالا، ص۔۶۳۔۶۴

۲۵۔ فرشتہ، جلد سوم، بحولہ بالا، ص۔۱۲۰

26. Parwa, Henry Cousens "Bijapur,The old capital of the Adil Shahi king", printed at the orphange press, 1889, p. 106

۲۷۔ فرشتہ، جلد سوم، بحولہ بالا، ص۔۱۲۳

۲۸۔ ایضاً، ص۔۱۲۴۔۱۲۵

۲۹۔ فرشتہ کے مطابق حبشیوں نے چاند بی بی سے کہا'' ہم لوگ غلام ہیں، اس لئے اراکین دربار اور اشراف ملک ہم سے آزردہ خاطر رہتے ہیں، اور ہماری حکومت ناپسند کرتے ہیں۔ اس وقت دشمن ہمارے سر پر کھڑا ہے۔ اس لئے عادل شاہی خاندان کی بہی خواہی اسی میں ہے کہ عنان حکومت اشراف اور عالی خاندان امراء کے سپرد کر دی جائے تا کہ باہمی چپقلش اور فتنہ وفساد کا دروازہ بند ہو جائے''۔ تاریخ فرشتہ، جلد سوم، ص۔۱۲۷

۳۰۔ نادری، ص۔۶۸؛ فرشتہ، ۱۲۷

۳۱۔ فرشتہ، جلد سوم، ص۔۱۲۷

۳۲۔ دائرہ معارف اسلامیہ، ''چاند بی بی''، ص۔۶۱۴

۳۳۔ فرشتہ، جلد سوم، ص۔۱۲۷

۳۴۔ ایضاً، ص۔۱۳۱

۳۵۔ ایضاً، ص۔۲۵۲

۳۶۔ ایضاً، ص۔۲۵۹۔۲۷۹

۳۷۔ قریشی، اشتیاق حسین، مترجم، زبیری، ہلال احمد، ''سلطنت دہلی کا نظم حکومت'' طباعت دوم، کراچی، شعبہ تصنیف و تالیف وترجمہ، جامعہ کراچی، ۱۹۸۸ء، ص۔۵۳

۳۸۔ احمد نگر کے اندرونی جھگڑوں نے اکبر کو موقع فراہم کیا کہ وہ دکن کے معاملات میں دخل اندازی کرے۔ اس نے تخت کے دعوے داروں میں سے برہان نظام شاہ کا ساتھ دیا، یہ پہلے ۱۵۸۹ء میں اپنی کوشش میں ناکام رہا، لیکن اکبر نے اپنا دست شفقت اسکے سر پر برقرار رکھا اور اسے مالوہ میں جاگیر عطا کی، جب میراں حسین کے بعد احمد نگر پر اس کے بیٹے کو تخت نشین کیا گیا، تو اکبر کی ہی ایما پر اس نے پھر احمد نگر کا رخ کیا اور کامیاب ہوا۔ اکبر نے اس کی براہ راست کوئی مدد نہیں کی لیکن درپردہ خاندیش کے حکمران کو اس کی مدد کا حکم دیا۔ (ایس ایم برکے، ص۔۱۲۰)

۳۹۔ میلن، کرنل، ''شہنشاہ اکبر''، کراچی، سٹی بک پوائنٹ، ۲۰۰۹ء، ص۔۱۱۱

۴۰۔ خافی خان نظام الملک، ''منتخب الباب، مغلیہ دور حکومت''، حصہ ا۔۲، کراچی، نفیس اکیڈمی، ۱۹۸۵ء، ص۔۲۲۶

۴۱۔ اس نام کے لکھنے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ فرشتہ ''میاں منجوی'' لکھتا ہے جبکہ مولوی ذکاء اللہ ''میاں منجھو'' لکھتے ہیں۔ ہم نے اس نام کے لکھنے میں نادری صاحب پر اعتماد کیا ہے۔

۴۲۔ مرتضیٰ نظام شاہ کے عہد میں حیدر آباد سے شاہ طاہر نامی شخص احمد نگر آیا۔ اس نے دعویٰ کیا کہ یہ حسین نظام شاہ کے حقیقی بھائی محمد خدابندہ کا بیٹا ہے۔ امر واقعہ یہ تھا کہ حسین نظام شاہ نے برہان نظام شاہ کے بعد جب حکومت سنبھالی تو اس کے حقیقی بھائیوں سلطان محمد خدابندہ، شاہ علی، محمد باقر عبدالقادر اور شاہ حیدر نے اسی میں عافیت جانی کہ ہندوستان کے دیگر حصوں میں چلے جائیں۔ اب حسین نظام شاہ کے انتقال کے بعد شاہ طاہر احمد نگر آیا۔ صلابت خان، امیر مرتضیٰ خان نے تحقیق احوال کے لئے بندے دوڑائے اور احتیاط کا دامن تھامتے ہوئے اسے ایک قلعے میں بند کر دیا گیا۔ برہان شاہ ثانی جو شہنشاہ اکبر کے پاس آگرے میں مقیم تھا، اس سے معلومات حاصل کی گئیں۔ برہان شاہ نے شاہ طاہر کے دعویٰ کو غلط قرار دیا کیونکہ شہزادہ خدابندہ کے اہل وعیال اسی کے پاس مقیم تھے۔ صلابت خان اصل حقیقت سے واقف ہونے کے بعد عام عوام کو یقین نہیں دلا سکا کہ شاہ طاہر جھوٹا ہے۔ چنانچہ شاہ طاہر کا قید ہی میں انتقال ہو

گیا، احمد اسی کا بیٹا تھا، جسے بعد میں میاں منجو نے شاہی خاندان کا رکن سمجھ کر تخت پر بٹھایا تھا۔

۴۳۔ عبد القادر، ملا بن ملوک شاہ بدایونی، شہزادہ مراد کی دکن آمد کا سن ۱۰۰۳ھ بتاتے ہیں۔ (ملا عبد القادر بن ملوک شاہ بدایونی، مترجم محمود احمد فاروقی، ''منتخب التواریخ''، لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز پرائیویٹ لمیٹڈ، سنہ ندارد، ص۔ ۵۵۰

۴۴۔ خافی خان بحوالہ بالا، ص۔ ۲۲۶

۴۵۔ فرشتہ، جلد سوم بحوالہ بالا، ص۔ ۲۸۲

۴۶۔ ذکاء اللہ، مولوی بحوالہ بالا، ص۔ ۴۰۶

۴۷۔ ایضاً؛ ص۔ ۲۸۳

۴۸۔ تفصیل کے لئے فرشتہ، ص۔ ۲۸۳

۴۹۔ ایضاً

۵۰۔ ایضاً، ص۔ ۱۶۰

۵۱۔ خافی خان بحوالہ بالا، ص۔ ۲۲۶

۵۲۔ مغلوں کے پاس ذرائع و وسائل کی فراوانی تھی لیکن احمد نگر کی طرح ان کی صفوں میں انتشار موجود تھا۔ شہزادہ مراد خان خاناں سے خائف تھا اور اس کی مہم کی کامیابی کا سہرا اپنے سر باندھنا چاہتا تھا۔ دربار اکبری کا مصنف شہزادہ مراد کے حوالے سے لکھتا ہے کہ ''ناتجربہ کار شہزادہ سب کو بلند نظر نوجوان نظر آیا مگر حقیقت میں پست ہمت اور کوتاہ عقل تھا۔ خان خاناں جیسے شخص کو اپنے حالی دماغ سے ایسا تنگ کیا کہ وہ اپنی التجا کے ساتھ دربار سے واپس طلب ہوا''۔ محمد حسین آزاد، مولوی، ''دربار اکبری''، لاہور: مشتاق بک کارنر، سن ندارد، ص۔ ۱۳۹

۵۳۔ فرشتہ، جلد سوم بحوالہ بالا، ص۔ ۲۸۵، ۲۸۶

۵۴۔ نادری بحوالہ بالا، ص۔ ۹۵، ۹۶، جبکہ فرشتہ اس حوالے سے خاموش ہے۔

۵۵۔ فروری ۱۵۹۷ء کے آغاز میں آشتی کے مقام پر خان خاناں اور دکن کے اتحادیوں کے درمیان ایک معرکہ ہوا جس میں خان خاناں کو کامیابی حاصل ہوئی۔ ایس ایم برکے بحوالہ بالا، ص۔ ۱۲۴

۵۶۔ فرشتہ، جلد سوم بحوالہ بالا، ص۔ ۲۹۲

۵۷۔ خافی خان بحولہ بالا، ص۔۲۳۴

۵۸۔ تاریخ شہابی بحوالہ نادری، ص۔۹۷

۵۹۔ ایضاً ص۔۹۸

ڈاکٹر عظمیٰ پروین بحیثیت اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اسلامی تاریخ، جامعہ کراچی میں تدریس کے فرائض انجام دے رہی ہیں۔

ڈاکٹر محمد زبیر بحیثیت ایسوسی ایٹ پروفیسر وصدر شعبہ، شعبہ اسلامی تاریخ، جامعہ کراچی میں تدریس کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔